۳۱؍ اکتوبر ۱۹۱۳ء

خطبہ جمعہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِئِیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (البقرۃ:۶۳) کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

یہ ایک رکوع کا ٹکڑا ہے۔ میں بہت سوچ سوچ کر تھک جاتا ہوں کہ میں اپنی بات کن لفظوں میں کہوں جو دل میں اثر کرے۔ میں دیکھتا ہوں بہت لوگ ایسے ہیں گویا ہماری بات سنتے ہی نہیں اور ان کے کان حق سے کبھی آشنا نہیں ہوئے۔ میں نے ایک لڑکے سے پوچھا۔ سبق کہاں سے شروع ہو گا؟ اس نے کہا۔ دس برس ہوئے۔ میں درس میں آتا ہوں مگر کبھی سنا نہیں۔ اس کے پاس ایک اور بیٹھا تھا۔ اس سے پوچھا تو اس نے کہا وعلیٰ ہذا القیاس۔ میں نے کہا خیر' عربی تو تمہیں آتی ہے۔

تم تو شاید اس دور کو نہیں سمجھ سکتے مگر میں خوب سمجھتا ہوں۔ مگر کوئی باپ لڑکے کو دس برس تک نصیحت کرے اور وہ اس کے جواب میں ایک دن کہہ دے کہ میں نے آپ کی کوئی بات نہیں سنی۔ خیر'

میرا کام سنانا ہے۔

یہاں تین باتوں کا ذکر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اسلام کے بعد دوسروں کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں؟ دوم' ایمان کے بعد ہمارا عملدرآمد کیسا ہو؟ سوم یہ کہ اگر کہا نہ مانو گے تو حال کیا ہو گا؟

فرماتا ہے جو لوگ کسی قسم کے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں خواہ دہریہ ہی ہوں' غرض پابند ہوں کسی چیز کے' کسی اصل کے' پھر وہ خواہ یہودی ہوں یا عیسائی ہوں یا صابی' جو کوئی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے۔

ان دو باتوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ایمان کی جڑ اللہ پر ایمان ہے اور ایمان کا منتہیٰ آخرت پر ایمان ہے۔ اور جو آخرت پر ایمان لاتا ہے اس کا نشان بھی بتا دیا کہ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (الانعام:۹۳)۔ وہ ایک تو تمام قرآن مجید پر ایمان لاتا ہے۔ دوم' اپنی صلوٰۃ کی محافظت کرتا ہے۔ آج ہی ایک نوجوان سے میں نے پوچھا۔ نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا۔ صبح کی نماز تو معاف کرو۔ (بھلا میرا باوا معاف کرنے والا ہے) باقی پڑھتا ہوں۔ یہ مومن کا طریق نہیں ہے۔ ایک مقام پر فرمایا اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (البقرۃ:۸۶)۔

پس تمام کتاب پر ایمان و عمل موجب نجات ہے۔ اس آیت میں اللہ نے بتا دیا ہے کہ ایک ہندو ایک عیسائی' ایک چوہڑا' ایک چمار جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیتا ہے اور یوم آخرت کا قائل ہو جاتا ہے تو وہ مسلمان بنتا ہے اور پھر تم سب ایک ہو جاتے ہو۔ یہ اخوت اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ شرفاء' حکماء' غرباء' ایک صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس فرمانبرداری کا نتیجہ بھی بتا دیا کہ وہ لَا خَوْفٌ وَّ لَا يَحْزَنُ زندگی بسر کرتا ہے۔

ایک پہاڑی پر جس کا نام حراء ہے ہماری سرکار سے بھی اللہ نے کلام کیا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰؑ سے بھی ایک پہاڑ پر کلام ہوا جس کا نام طور ہے۔ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (البقرۃ:۶۴) کے معنے ہیں کہ اس کے دامن میں سب قوم کو کھڑا کیا۔ جیسے بولتے ہیں لاہور شہر راوی کے اوپر ہے۔ ایسا ہی ہجرت کی ایک حدیث میں ہے۔ فَرُفِعَ لَنَا الْجَبَلُ (جامع الصغیر) تو اس کے یہ معنے نہیں کہ مکہ پہاڑ اکھیڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر رکھ دیا گیا۔

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ (البقرۃ:۶۴) جیسے بنی اسرائیل کو تورات محکم پکڑنے کا حکم تھا ایسا ہی ہمیں قرآن مجید کے بارے میں حکم ہے۔ اگر مانو گے تو فائدہ ہو گا اور اگر نہ مانو گے تو گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ عورتوں کا بڑا حصہ تو قرآن سنتا ہی نہیں۔ امیر بھی بدبختی سے قرآن نہیں سن سکتے' نہ باجماعت نماز پڑھ سکتے

ہیں۔ زمینداروں کو فرصت نہیں۔ فصل خریف سے فراغت پاکر کماد پیڑنے کا موسم آجائے گا۔ پھر ہم سے سوال کئے جاتے ہیں کہ سفر میں روزہ معاف ہے تو کٹائی کے موقع پر بھی کر دیجئے۔ حالانکہ میں ایسا مجتہد نہیں۔ تمہیں دنیا میں خبر ہے یہود نے کیا کیا؟ انہوں نے سبت (خواہ ہفتہ میں ایک دن عبادت کا اس کے معنی کرو' خواہ آرام کے معنی لو) میں بے اعتدالی کی۔ آرام میں' آسودگی میں انسان اپنے مولیٰ' اپنے حقیقی محسن کو بھول جاتا ہے۔ میں نے اپنی اولاد کے لئے بھی دولت کی دعا نہیں کی۔ اس اعتداء کی پاداش میں ان کو ایسا ذلیل کیا جیسے بندر کہ قلندر کے نچانے پر ناچتا ہے۔ یہی حال آج کل مسلمانوں کا ہے۔ ان کا اپنا کچھ بھی نہیں۔ انگریزوں کے نچانے پر ناچتے ہیں۔ جو لباس ان کا ہے وہی یہ اختیار کرتے ہیں۔ جو فیشن وہ نکالتے ہیں' جو ترقی کی راہ بتلاتے ہیں بلا سوچے سمجھے اس پر چل پڑتے ہیں۔ ایسی حالت میں کب لَاخَوْفٌ وَلَايَحْزَنُ ہو سکتے ہیں۔ یہ حالت کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا۔

میرے پیارو! تم خدا کی کتاب پڑھو۔ اس پر عمل کرو۔ اس سے زیادہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ بہت زور مارا ہے۔

(الفضل جلد ۱ نمبر ۲۱---۵ / نومبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

☆-☆-☆-☆